دورِ حاضر کے نظریاتی چیلنجز کے مذہبی اثرات اور ان کا حل
حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں

عدنان ملک *

محمد زبیر **

Abstract

Hazrat Mujaddid Alaf Sani was one of those few scholars and reformers that played a vital role in the history of Islam. The history of Mujaddid Alaf Sani services is very vast. He as a great scholar and reformer-fought valiantly with his unparallel and unflinching struggle against all the challenges that reared their heads against the basic principles and injunctions of Islam.The challenges that had become very formidable and taken the shape of norms of the day owing to the perennial support by the aristocracy. These additions were detrimental to the very spirit of Islam. As a result, renegade from the very basic principles of Islam like the belief in the lastness prophet hood of Hazrat Muhammad (Peace be upon him) conjuring of the basic tenets of Islam, usury gambling, prohibition of Sa'lat, hated towards Arabic language, a love towards Hindi disciplines had taken roots in the society under the auspices of the government. Hazrat Mujaddid Alaf Sani resurrected the spirit of reviving the firm belief in lastness of prophet hood of Hazrat Muhammad (peace be upon him) in the hearts of the Muslims of the subcontinent. The paper taken into account the ideological challenges of the present times and aims at suggesting their solutions through the teachings and practices of Mujaddid Alaf Sani.

***KEYWORDS**: Mujadid Alf Sani, Sub-continent, Ideological challenges*

* ڈاکٹر عدنان ملک، صدر، شعبہ اسلامی تاریخ، گورنمنٹ کالج، حیدرآباد۔

* ڈاکٹر محمد زبیر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی، کراچی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے "ولکل قوم ھاد(۱)" اور ہر قوم کے لیے رہنمائی کرنے والے آئے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دین حنیف سے دوری کے باعث جب بھی انسان بے راہ روی کا شکار ہوا، خداوند تعالیٰ نے اپنے چنیدہ بندوں کے لیے اس کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اولاً انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے نوع انسانی کو ہدایت دے جاتی رہی حتی کہ ہادی کامل محسن انسانیت خاتم الانبیاء جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے ساتھ جمیع انسانیت کو لاریب ومکمل ہدایت ملی۔ نبی کریم ﷺ کے بعد مجددین کے ذریعے انسانیت کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے تجدید دین کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ شَرَاحِيلَ بْنِ يَزِيدَ الْمُعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا (۲)

"اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے سرے پر اس امت کے لیے ایسے افراد پیدا کرے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔"

وہ لوگ جنہوں نے اپنے ادوار میں اٹھنے والے فتنوں کی فضاء میں احیاء شریعت اور تجدید دین کے لیے کاوشیں کیں ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، ائمہ اربعہ، امام غزالیؒ، شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ سرفہرست ہیں۔ یہ وہ مبارک نفوس ہیں جن کی جہد مسلسل سے اسلام کو نشاۃ ثانیہ نصیب ہوئی اور اسلامی تعلیمات کا نفاذ ہوا۔ ان مجددین میں شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ شیخ احمد سرہندیؒ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ بمطابق ۵/جون ۱۵۶۴ء کو جمعہ کی شب میں پیدا ہوئے۔(۳) آپ کا سن ولادت لفظ خاشع سے ماخوذ ہے۔(۴) آپ کا لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات(۵) تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے طور پر قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔(۶) ابتدائی علوم کا اکتساب آپ نے اپنے والد ماجد سے کیا۔(۷) اپنے والد ماجد کے علاوہ آپ نے دیگر علماء کبار کے سامنے بھی زانوئے تلمذ کیا اور عصر حاضر میں مروج علوم مثلاً منطق، فلسفہ، علم الکلام اور اصول فقہ اس وقت کے بہترین عالم حضرت مولانا کمال شاہ کیتھلی سے حاصل کیے۔(۸) حدیث کی بعض کتابیں شیخ شہاب الدین حجر کے شاگرد یعقوب کشمیری(۹) سے پڑھیں۔(۱۰) فقط ۱۷ سال کی عمر میں ہی آپ علوم کے جامع بن گئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ نے مسند درس وتدریس سنبھال لی۔ آپ نے کامل ذمہ داری سے اس منصب کا حق ادا کیا اور بے شمار طلباء علوم نبوت نے آپ کے تبحر علمی سے استفادہ کیا۔(۱۱)

مجدد الف ثانیؒ کے دور میں دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے برصغیر پاک وہند میں اسلام کو مختلف فکری وعملی چیلنجز کا سامنا تھا۔ برصغیر جس میں دین فطرت کے شجرہ طیبہ کے نصب اور بارآور کرنے کے لیے چار سو برس

تک مسلسل بہترین انسانی توانائیاں اور ذہنی صلاحتیں اور اہل قلوب اوراصحاب صفہ کی روحانیتیں صرف ہوئی تھیں لیکن سولہویں صدی عیسوی میں برصغیر معاشرہ ایک ہمہ جہتی، دینی، ذہنی اور تہذیبی ارتداد کے راستہ پر پڑرہا تھا، جس کی پشت پر اس عہد کی ایک عظیم ترین سلطنت اور فوجی طاقت تھی، جس کو اپنے وقت کے متعدد ذہین وفاضل انسانوں کی علمی وذہنی کمک بھی حاصل تھی۔ اس وقت اگر حالات کا راستہ روک کر کھڑی ہو جانے والی کوئی طاقتور شخصیت یا کوئی انقلاب انگیز واقعہ پیش نہ آتا تو اس ملک کا انجام گیارہویں صدی ہجری میں بظاہر وہی ہوتا جو نویں صدی ہجری میں اسلامی اندلس کا ہوا۔

اس دور میں مذہبی رواداری کے نام پر 'دین الٰہی' کی ترویج زوروشور سے جاری تھی جس کے باعث معاشرے میں ضعیف الاعتقادی بڑی تیزی سے اپنی جڑیں مضبوط کررہی تھی۔ ملکی انتظام میں اسلام دشمن افراد کو خطرناک حد تک عمل دخل حاصل تھا جس کی وجہ سے بادشاہ وقت (اکبر) کی طبیعت میں بھی اسلام کے خلاف ضد کا عنصر پیدا ہو گیا تھا۔ مجدد الف ثانیؒ ان تمام حالات پر انتہائی درد کا اظہار کرتے ہوئے دربار اکبری کے اہم رکن شیخ فرید بخاری کو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اسلام کی زبوں حالی اس سے پہلے زمانے میں اس سے آگے نہ گئی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کفار اپنے دین پر (لکم دینکم ولی دین) لیکن گذشتہ دور (دوراکبری) میں کھلے بندوں اسلامی سلطنت میں کفر کے قوانین غالب اور نافذ تھے۔ اور مسلمان احکام اسلام کے اظہار سے عاجز وقاصر تھے۔ اگر اظہار کرنے کی جرات کرتے تو گردن مار دی جاتی۔ آہ! کیسی مصیبت کا وقت تھا، کیسی حسرت وافسوس کا مقام تھا کہ محبوب رب العالمین حضرت محمد ﷺ کے نام لیوا ذلیل وخوار تھے، اور ان کے منکرین کو عزت واعتبار حاصل تھا۔ مسلمان زخمی دل اسلام کے ماتم میں مصروف ہوں اور دشمن مذاق اڑا اڑا کر دل بہلائیں اور زخموں پر نمک پاشی کریں۔" (۱۲)

اکبر بادشاہ کے دربار کی حالت کا اندازہ ملا عبد القادر بدایونی کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔

"عبادت خانہ میں ہر شب جمعہ کو سادات ومشائخ اور علماء وامراء کی طلبی ہوتی، آگے پیچھے بیٹھنے میں مشائخ وعلماء سے نفسانیت کا اظہار ہوا، ہر ایک دوسرے سے آگے اور ممتاز جگہ بیٹھنا چاہتا تھا، بادشاہ نے اس مشکل کو اس طرح سے حل کیا کہ حکم دیا کہ امراء جانب مشرق بیٹھیں، سادات جانب مغرب، علماء جنوب میں اور مشائخ شمال میں، بادشاہ خود ایک حلقہ میں آتا اور مسائل کی تحقیق کرتا۔" (۱۳)

اعلیٰ دینی عہدیداروں میں ایک اہم رکن ملا عبد اللہ سلطانپوری (۱۴) جن کا عہدہ "مخدوم الملک" تھا، محض اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے، فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ دے دیا تھا۔ زکوٰۃ کے لئے بھی حیلے سے کام لیتے تھے۔ (۱۵)

دربار اکبری میں شیخ مبارک، ابوالفضل اور فیضی کا فتنہ بھی علماء سوء کا ہی فتنہ تھا۔ (۱۶) ان علماء سوء نے گمراہی کے دو بڑے دروازے کھول رکھے تھے، ایک ان میں نااہلیت کے باوجود اجتہاد کا دعویٰ اور کتاب اللہ اور سنت

رسول ﷺ میں تحریف کر کے نت نئے عقائد اور خیالات کا اختراع اور ان باطل عقائد و نظریات کی قرآن وحدیث کے مقدس ناموں سے ترویج واشاعت کرنا تھا۔ ان علماء سوء کی دوسری گمراہی بدعت حسنہ کے نام سے دین میں نئی نئی ایجادیں کرنا تھا جو معاشرے میں لادینی افکار وخیالات کی اشاعت کا سبب بن رہے تھے۔(۱۷) ان علماء سوء نے فلسفہ اور کتب کفار کی روشنی میں باطل عقائد و نظریات کا اختراع کیا اور "دین اکبری" یا "دین الٰہی" کے ذریعے کفر والحاد کا پرچار شروع کر دیا، جس کے نتیجے میں معاشرے میں ضعیف الاعتقادی و دیگر خرافات تیزی کے ساتھ سرایت کر گئیں جس نے نہ صرف عوام بلکہ خواص کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

علماءِ سوء میں سب سے پہلا نام شیخ مبارک کا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی شیخ مبارک کی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "شیخ مبارک کی طبیعت میں بے چینی اور دماغ میں فطرتاً شورش تھی۔ مذاہب اربعہ اور ان کے اختلافات سے واقف ہو کر ان کے اندر بجائے جمع و تطبیق اور تاویل و توجیہ کے سب سے انکار و بیزاری کا رجحان پیدا ہو گیا تھا اور اس پورے فقہی ذخیرے اور اسلاف کی محنت سے بے اعتقاد ہو گئے۔ ان کے اندر ایک تلون وانتشار پیدا ہو گیا تھا اور ان میں ہر رنگ میں رنگے جانے اور "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔" (۱۸)

اس پر مستزاد یہ کہ اس وقت دشمنان اسلام کی طرف سے 'دین الٰہی' کے نام پر جو ملحدانہ فکر کی یلغار جاری تھی، اس کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر معاشرے میں موجود دو بڑے مذاہب اسلام اور ہندومت کا اعتقادات، معاملات اور رسومات کے اعتبار سے اس طرح اختلاط کر دیا جائے کہ ان کا جداگانہ تشخص ختم ہو جائے اور یہ ایک مذہب 'دین الٰہی' کے نام پر یکجا ہو جائیں تاکہ معاشرے میں مذہبی انتشار کی فضا کو ختم کیا جا سکے۔ اس مقصد کی خاطر مسلم عوام کو اسلام کے متعدد عقائد سے انحراف کرنے کی سعی کی گئی اور اسلام میں ہندوانہ رسومات کو شامل کرنے کے لیے معاشرے میں بے شمار بدعات کو ترویج دی گئی۔ بے شمار نام نہاد صوفیاء و علماء سوء نے بھی معاشرے میں بے دینی اور دین الٰہی جیسے ملحدانہ افکار کو ترویج دینے کے لیے عوام الناس کو ضلالت و گمراہی میں دھکیلنے کا راستہ اختیار کیا۔ مسلمان مردوں کے ساتھ ہندو عورتوں کے نکاح کو فروغ دیا گیا تاکہ اس کے ذریعے سے بھی اسلام اور مسلمانوں کے تشخص کو نقصان پہنچ سکے نتیجتاً اس وقت کے تمام سیکولر، لبرل اور روشن خیال افراد کی طرف سے ملت اسلامی کے تمام سرمایہ کو حادث و بدعقلی کا مجموعہ قرار دیا گیا اور لوگوں میں یہ خیال پروان چڑھایا کہ اس کے مبتدی (العیاذ باللہ) عرب کے وہ چند نادار بدو تھے جو کہ تمام کے تمام قاتل اور راہزن تھے۔ اس مقصد کے لیے شاہنامہ فردوسی کے دو مشہور شعروں سے استدلال کیا گیا جو اس نے بطور استشہاد نقل کیے تھے۔

ز شیر شتر خوردنو سوسمار عرب را بجائے رسید ست کار

کہ ملک عجم را کنندا آرزو تفو باد و بر چراخ گرداں تفو [۱۹]

دین الٰہی کی آڑ میں ملحدانہ افکار کے برصغیر پر مذہبی اثرات

اسراء و معراج و استہزاء

آخر اس بات کو عقل کس طرح مان سکتی ہے کہ ایک شخص بھاری جسم رکھنے کے باوجود یکایک نیند سے آسمان پر چلا جاتا ہے اور اللہ کے ساتھ طرح طرح کی نوے ہزار باتیں کرتا ہے۔ لیکن اس کا بستر اس وقت تک گرم ہی رہتا ہے اور لوگ اس دعویٰ کو مان لیتے ہیں اور اسی طرح شق القمر وغیرہ جیسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ پھر اپنی اٹھی ہوئی ٹانگ کی طرف حاضرین کو مخاطب کر کے سوال کرتا ہے۔

ممکن نیست کہ تاپائے دیگر بر جاماند استادہ توانیم ایں چہ حکایتھاست [۲۰]

دور جدید میں بھی کچھ اس طرح کی باتوں کو پیچیدہ کر کے عوام الناس میں پھیلا جارہا ہے۔ عالم بالا سے تعلق، وحی کی کیفیات وغیرہ کو تشکیک کے پردے میں لپیٹ کر پیش کیا جارہا ہے۔ وحی الٰہی کو لاشعوری واہمہ، وحی کی کیفیات کو صرع کا نام دے دیا گیا ہے۔ [۲۱]

مجدد الف ثانیؒ نے اپنے دور کے روشن خیال اہل علم اور طالبان علم کے نظریات کی مذمت کی جنہوں نے علوم عقلیہ دنیویہ ادب وانشاو فلسفہ و تاریخ وغیرہ کو اپنا معبود نہیں تو مقصود ضرور بنار کھا تھا اور علوم نقلیہ سے روگردانی کر کے اپنی عقلوں کو معیار شریعت و معیار علوم کون ومکان ٹھہرایا ہوا تھا۔ [۲۲] مجدد الف ثانیؒ ان آزاد خیال تعلیم یافتہ لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بے باک (یعنی آزاد خیال) طالب خواہ کسی فرقے سے ہو یہ دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا ضروریات دین میں سے ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے انہی لوگوں کی کم بختی کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی ہے۔" [۲۳]

مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمن کو لکھتے ہیں:

" نیز آپ ﷺ نے فرمایا "تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسکو دانتوں سے پکڑو، اور نئے پیدا شدہ امور سے بچو، کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ پس جب دین میں ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت، تو پھر بدعت میں حسن کے معنی کیا ہوئے؟ نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے، بعض کی کوئی خصوصیت نہیں، پس ہر بدعت سیئہ ہے۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جب کوئی قوم بدعت پیدا کرتی ہے تو اس سے اس جیسی ایک سنت اٹھا لی جاتی ہے" پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعت کے

پیدا کرنے سے بہتر ہے۔ حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "کسی قوم نے دین میں کسی بدعت کو جاری نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی ایک سنت کو ان میں سے اٹھالیا، پھر اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔"(۲۴)

مزید براں مجددالف ثانیؒ نے معاشرے میں بڑھتے ہوے خرافات اور ضعیف الاعتقادی کے سدباب کے لئے اپنے مکتوبات میں عقائد اسلام اور اجتہاد و تقلید وغیرہ مسائل کلامیہ کے متعلق تحریر کیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں جو حکیم عبدالوہاب کے نام ہے، تحریر کرتے ہیں:

"اے سعادت مند! جو کچھ ہم اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طرح درست کریں کہ جس طرح علمائے حق نے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے، ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا اور وہاں سے اخذ کیا ہے، کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کی فہم ورائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود واعتبار سے ساقط ہے، کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت سے ہی سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی چیز کا فائدہ نہیں ہوتا۔"

مجدد الف ثانیؒ کی اس کاوش کو مدنظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ علوم دینیہ میں رسوخ حاصل کرکے ایسے دانشوروں اور طالبان علوم دینیہ کی تردید کی جائے جو مذہبی عقائد کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں تاکہ وہ عوام الناس میں کسی طرح کے اغلاط آمیز افکار کی اشاعت کا سبب نہ بن سکیں اور مسلم معاشرہ مذہبی بے راہ روی کا شکار نہ ہو۔

مقام نبوت کی اہانت

اسی طرح مجدد الف ثانی کے دور میں آپ ﷺ پر مختلف اعتراض کرتے جن میں الاوائل ہجرت میں قریش کے قافلہ کا لوٹنا، چودہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بیویوں کی رضامندی کے لیے شہد کو حرام کرنا شامل ہیں (ان سے نبوت پر اعتراض کرنا تھا)۔(۲۵)

دور حاضر کے بعض مفکرین ودانشوروں بھی کچھ اسی طرح کی گفتگو کرکے مخفی طور پر یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ داعی اسلام ﷺ (العیاذ باللہ) لوٹ مار کرکے مہاجرین کی اقتصادی خود مختاری چاہتے تھے۔(۲۶) کچھ لوگ یہ نظریہ بھی پیش کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا مطمح نظر ابتداء سے ہی دنیاوی اقتدار تھا اور جب اقتدار میسر آگیا تو (نعوذ باللہ) ممکنہ داد عیش دی اور یکے بعد دیگر نکاح پر نکاح کیے۔(۲۷)

مجدد الف ثانیؒ نے مقام نبوت الصلوٰۃ والسلام علی صاحبہا کی تحقیر کرنے والوں کی پر زور مذمت کرنے کے

ساتھ ساتھ نمایاں تردید بھی کی اور ارباب حکومت کو ان کے شر وفساد سے آگاہ کر کے اس سیلاب بے پناہ سے بر وقت بچالیا۔[۲۸] حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان علماء سوء سے علمی مناظرہ کیا اور ان کے عقائد باطلہ کے رد میں "رسالہ اثبات النوۃ" اور "**رسالہ تھلیلیہ**" تحریر کیا اور ان رسالوں کے ذریعے عقائد اسلام کا دفاع کیا۔ مزید براں مجدد الف ثانیؒ نے معاشرے میں بڑھتے ہوے خرافات اور ضعیف الاعتقادی کے سدباب کے لئے اپنے مکتوبات میں عقائد اسلام اور اجتہاد و تقلید وغیرہ مسائل کلامیہ کے متعلق تحریر کیا۔ مجدد الف ثانیؒ دربار جہانگیری کے ایک اور اہم رکن سید شیخ فرید کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میرے مکرم! آج اسلام بہت اجنبی اور بے کسی کے عالم میں ہے آج اس کی تقویت کے لیے ایک جیتل (چاندی کا ایک سکہ) خرچ کرنا کروڑہا روپے خرچ کے بدل مقبول ہے۔۔ ترویج دین اور تقویت ملت کسی بھی وقت خواہ کسی بھی شخص سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے لیکن اس وقت جبکہ اسلام کی غربت کا زمانہ ہے آپ جیسے اہل بیت کے جواں مردوں کے لیے نہایت ہی زیبا اور بہتر ہے کیونکہ یہ دولت آپ ہی کے بزرگ خاندان سے ملی ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے ضمنی۔ حقیقت میں نبی اکرم ﷺ کی وراثت اسی عظیم القدر امر کو حاصل کرنے میں ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو گی اسی قدر اسلام ذلت ہے اس اصول پر اچھی طرح نظر رکھنی چاہیے اکثر لوگوں نے اس اصول کو ضائع کر دیا ہے اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی خرابی سے مطلع کریں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں، شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو۔" [۲۹]

مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ پیرزادہ خواجہ عبد اللہ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"اس وقت تمام جہان بدعتوں کے بہ کثرت ظاہر ہونے کے باعث بحر ظلمات کی طرح نظر آرہا ہے اور سنت کا نور غربت وندرت کے باوجود اس بحر ظلمانی میں کرمہائے شب افروز یعنی جگنوؤں کی طرح محسوس ہورہا ہے، اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کر رہا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا اس (ظلمت) کے کم ہونے اور اس نورانیت کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اب اختیار ہے کہ خواہ کوئی شخص بدعتوں کی ظلمات کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور خواہ اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کے گروہ کو بڑھائے۔ **الاان حزب اللّٰہ ھم المفلحون الاان حزب الشیطان ھم الخاسرون**۔" [۳۰]

موجودہ وقت میں بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ جس طرح مجدد الف ثانیؒ نے اپنے دور میں اہل باطل کے

اس مذموم فعل کا قلع قمع کیا بالکل اسی طرح آج بھی ارباب اقتدار سے مطالبہ کر کے اور انہیں اس مسئلہ کی نزاکت سے آگاہ کر کے اس فعل قبیح کا خاتمہ اور اس کے مرتکبین کو پابند سلاسل کیا جاسکتا ہے۔

ارکان اسلام کی توہین واستہزاء

ملا مبارک کے ایک بیٹے نے جو ابوالفضل کا شاگرد تھا، اسلامی عبادات کے متعلق اعتراض اور تمسخر کے پیرائے میں چند رسالے تصنیف کیے۔(شاہی جناب) میں اس کے ان رسالوں نے بڑی مقبولیت حاصل کی اور اس کی سرپرستی کا ذریعہ یہی رسالے بن گئے۔[۳۱] غرض برصغیر معاشرے میں سود اور جوئے کی حلت، شراب کی حلت، زنا کی تعظیم، مردوں کے لیے سونا اور ریشم، خنزیر اور کتوں کا احترام، ہندی علوم سے عقیدت، عربی سے نفرت، نماز کی عدم اجازت، مقام نبوت کی اہانت اور اس طرح کی اسلامی تعلیمات کے خلاف دیگر چیزوں کا حکومتی سطح سے نفاذ کیا گیا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ اس تمام صورتحال کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ’’اس غفلت کی نیند پر چار سو برس گزر گئے، اور مسافر کے آغاز سفر پر ہزارواں برس گزر رہا تھا، یہ اکبر کا دور تھا جب عجم کے ایک جادو گر نے آکر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہو گئی، اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ امی کے ذریعہ نبی امی علیہ الصلوۃ والسلام کا دین منسوخ ہو کر دین الٰہی کا ظہور ہو، مجوسیوں نے آتش کدے جلائے، عیسائیوں نے ناقوس بجائے، برہمنوں نے بت آراستہ کئے اور جوگ اور تصوف نے مل کر کعبہ اور بت خانہ کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا، اس بیچ میل کا جو اثر ہوا اس کی تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے تو 'دبستان مذاہب' کا مطالعہ کرے، کتنے زنارداروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زنار نظر آئیں گے، بادشاہی آستانہ پر کتنے امیروں کے سر سجدہ میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے اور مسجد کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی، تعالیٰ شانہ اللہ اکبر یہ ہی ہو رہا تھا کہ سرہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی: "راستہ صاف کرو کہ راستہ کا چلنے والا آتا ہے" ایک فاروقی مجدد، فاروقی شان سے ظاہر ہوا، یہ شیخ احمد سرہندی تھے۔‘‘[۳۲]

اِس زمانے میں بھی بعض مفکرین ودانشور احادیث مبارکہ اور ان کے رواۃ پر اعتراضات کر کے ایسی تمام احادیث مبارکہ کو مشکوک بنا رہے ہیں جن پر بڑی تعداد میں اسلامی عقائد واحکامات کا دارومدار ہے تاکہ بنیاد کو ہی غیر اصل قرار دے کر اس پر استوار عمارت کی حیثیت واہمیت کو ختم کیا جاسکے۔ جبکہ دوسری طرف قرآنی آیات کی ایسی تاویلات وتوجیہات پیش کی جارہی ہیں جو ہوا پسندوں کے نزدیک بھی قابل قبول ہو اور باطل اسے بلا تذبذب قبول کر لے۔ دور جدید میں ایسے بے شمار افراد کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو اس طرح کی سعی میں مصروف ہیں۔[۳۳]

دور اکبری میں ارا کین وعقائد اسلام پر نکتہ چینی، تمسخر واستہزاء کرنے والوں کی تردید اور احیاء دین کی تجدید مجدد الف ثانیؒ شیخ فرید کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس طرح کرتے ہیں:

"اہل اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ وہ شریعت کو رواج دینے اور مذہب کو قوت پہچانے میں بادشاہ کی رہنمائی کریں اور اس کے مددگار بنیں۔ خواہ یہ امداد زبان سے ہو یا ہاتھوں سے میسر ہو سب سے بڑھ کر امداد یہ ہے کہ کتاب وسنت واجماع امت کے مطابق مسائل شرعیہ کو بیان کیا جائے اور صحیح عقائد کو ظاہر کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ شخص درمیان میں آکر اسے راستے سے نہ ہٹا دے اور کام خراب نہ کر دے اور یہ کام علماء حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ گذشتہ زمانے (دور اکبری) میں جو مصیبت اسلام اور اہل اسلام کے سر پر آئی وہ دراصل علماء سوء کی بدبختی اور بے باکی کی وجہ سے تھی۔ یہی لوگ بادشاہ کو گمراہ کرتے تھے۔ بہتر فرقے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان سب کے پیشوا یہی علماء سوء ہوتے ہی۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو ایسے علماء کے بغیر گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر دوسروں تک پہنچا ہو۔ آپ کی بزرگ ذات سے توقع ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کو ذاتی قوت وطاقت اور بادشاہ کا قرب پورے طور پر عطا کیا ہے تو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے رواج دینے میں خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن میں کوشش کرتے رہیں اور مسلمانوں کو ذلت اور پستی سے نکالیں۔ کسی متروک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ کوئی اگر فرض واجب کو زندہ کرتا ہے تو اس کو کتنا اجر ملتا ہے۔" (۳۴)

مجدد الف ثانیؒ نے ارا کین اسلام کے ساتھ تمسخر واستہزاء روکنے کے لیے سب سے پہلے بادشاہ وقت اور ارا کین سلطنت کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور جب بادشاہ وارکان سلطنت کی اصلاح ہو گئی تو الناس علی دین ملوکھم کے مصداق دوسرے گروہوں کی اصلاح بھی ہوتی چلی گئی۔ (۳۵) اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ وقت کے حاکم کی اصلاح کی کوششیں جدید ذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے کی جائیں تاکہ حکومت وقت ارکان اسلام کے ساتھ استہزاء کی روک تھام کے لیے عملی اقدامات کرے تاکہ معاشرے سے اس بلا کا خاتمہ ہو سکے۔

مذہبی انحراف کی کاوشیں

اکبر کے دور میں تبدیلی مذہب پر کوئی پابندی نہ تھی۔ کوئی شخص جو مذہب چاہے اختیار کر سکتا تھا۔ نو مسلمین کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو اپنے سابقہ مذہب پر لوٹ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک قانون یہ بھی تھا کہ اگر کوئی ہندو عورت کسی مسلمان مرد پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو جائے تو اس عورت کو جبراً پکڑ کر اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بت خانہ وگرجا وآتش کدہ وغیرہ کسی بھی عبادت گاہ کی تعمیر میں کافروں پر کوئی پابندی نہ تھی۔

اسی سلسلہ میں مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں مولانا امان اللہ فقیہ کو تحریر کیا جس کا حاصل کلام یہ ہے کہ معلوم ہونا چاہیے کہ طریق سالک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت والجماعت نے کتاب وسنت اور آثارِ سلف سے استنباط کیا ہے اور کتاب وسنت کو ان معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت والجماعت نے اس کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض کشف والہام کے ساتھ ان معانئ مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔مثلاً وہ آیات واحادیث جن کے ظاہر سے توحیدِ وجودی سمجھی جاتی ہے اسی طرح (جن آیات واحادیث) احاطہ اور سریان اور قرب معیتِ ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں، جبکہ علمائے اہل حق نے ان آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے موجود نہ پائے اور اسکو محیط بالذات جانے اور ازروئے ذات کے قریب جانے۔اگرچہ اس وقت غلبہ ئحال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے۔ لیکن اس کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء وزاری کرتا رہے تاکہ اس کو اس بھنور سے نکال کر جو امور کو علمائے اہل حق کی آرائے صائبہ کے مطابق ہیں اس پر منکشف کرے اور ان کے معتقدات حق کے برخلاف سر مو ظاہر نہ کرے۔

غرض علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ کو اپنے کشف کا مصداق اور اپنے الہام کی کسوٹی بنانا چاہیے کیونکہ وہ معانی جو ان کے مفہومہ معانی کے خلاف ہیں محل اعتبار سے ساقط ہیں، اس لئے کہ مبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب وسنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص فہم کے موافق اسی (کتاب وسنت) کے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔

موجودہ زمانے میں بھی اسی طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں۔باطل کو اپنے عقائد ونظریات کے اظہار وتبلیغ کی کھلی آزادی ہے۔ہر اسلامی ملک میں مختلف مشنری عیسائی اسکول کھل چکے ہیں جہاں مسلم اطفال کی ذہن سازی یہی مشنری اسکول کر رہے ہیں اسی طرح گھر بیٹھے خط وکتابت کورس کے ذریعے باطل عقائد کی نشرواشاعت کی جارہی ہے۔[۳۶] س امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ علماء حق اس میں اپنی خدمات کو مثبت انداز سے پیش کرے تاکہ مسلم معاشرے سے باطل عقائد ونظریات کا خاتمہ ہو سکے۔

خلاصہ

تجدیدی خدمات کے حاملین اکابرین میں مجدد الف ثانیؒ کا نام ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔انہوں نے اس وقت ہندوستان میں باطل کی فکری اور اعتقادی یلغار کا مقابلہ کیا جب یہاں ضعیف الاعتقادی اور مذہبی بے راہ روی پوری طرح سرایت کرچکی تھی۔مجدد الف ثانی نے برصغیر پاک وہند معاشرے میں موجود بے شمار فتنوں کا سدباب کیا جس کے نتیجہ میں اسلامی شعائر واقدار کے نفاذ کے لیے حکومتی سطح سے سعی ہوئی۔مجدد الف ثانیؒ نے گمراہ، بدعقیدہ اور باطل افکار کا

پرچار کرنے والوں کی نشاندہی کی اور ان کے شر وفساد سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ آپ نے عوام الناس کی رہنمائی اہل سنت والجماعت کے مطابق صحیح عقائد اسلام کی طرف کی اور باطل کی تبلیغ وترویج روکنے کے لیے کاوشیں کیں۔ لہٰذا موجودہ زمانے میں بھی جدید ذرائع ابلاغ مثلاً الیکٹرانک میڈیا وسوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے علماء حق اہل باطل کے افکار کی تردید کرے تاکہ معاشرے میں ضعیف الاعتقادی پر قابو پایا جاسکے۔

حوالہ جات

(۱) الرعد:۱۷

(۲) سنن ابی داؤد، باب صدی پوری ہونے پر مجدد کے پیدا ہونے کا بیان، حدیث نمبر ۴۲۹۱

(۳) سید ابوالحسن علی ندوی "تاریخ دعوت وعزیمت" مجلس نشریات اسلام کراچی (س ن)، جلد چہارم، ص ۳۱۴۸

(۴) سید زوار حسین شاہ "حضرت مجدد الف ثانی" زوار پبلشرز کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۴۱۵۰

(۵) مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۵۲

(۶) سید ابوالحسن علی ندوی "تاریخ دعوت وعزیمت" مجلس نشریات اسلام کراچی (س ن)، جلد چہارم، ص ۶۱۳۸

(۷) مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲

(۸) مولانا کمال الدین بن موسیٰ کشمیر سے ۹۷۱ھ میں سیالکوٹ تشریف لائے اور تقریباً پچاس سال تدریس میں مشغول رہے اور ۱۰۱۷ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ وہیں آپ کا مدفن ہے۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر، جلد ۵، ص ۳۱۶)

(۹) مولانا یعقوب کشمیری ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے، تمام زندگی درس وتدریس میں گذاری۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۰۲ھ میں وفات پائی۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر، جلد ۵، ص ۴۳۰)

(۱۰) سید ابوالحسن علی ندوی "تاریخ دعوت وعزیمت" مجلس نشریات اسلام کراچی (س ن)، جلد جہارم، ص ۱۳۸

(۱۱) مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲

(۱۲) مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۴۷

(۱۳) عبد القادر بدایوانی، (س ن)، منتخب التواریخ، (مترجم محمود احمد فاروقی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، جلد دوم، ص ۲۰۲

(۱۴) سلطان پور مشرقی پنجاب میں جالندھر کے قریب ہے۔

(۱۵) حولان حول (ایک سال مکمل ہو جانا) سے پہلے وہ رقم جس پر زکواۃ فرض ہو رہی تھی۔ اہلیہ یا کسی دوسرے عزیز کو دے دیتے، وہ زکوٰۃ رقم لے لینے کے بعد واپس کر دیتا وہ اس طرح اس سال زکواۃ کی رقم سے بچ جاتے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے حولان حول کی شرط ہے، وہ پوری بھی ہوتی۔

(۱۶) سرہندی، شیخ احمد، فاروقی، تذکرہ مجدد الف ثانی، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۳۷

(۱۷) محمد وکیل احمد، مجدد اسلام، محل پرنٹنگ پریس، ناظم آباد، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۶۳

(۱۸) سید ابوالحسن علی ندوی "تاریخ دعوت وعزیمت" مجلس نشریات اسلام کراچی (س ن)، جلد چہارم
(۱۹) عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" (مترجم محمود احمد فاروقی)، شیخ غلام علی سنز، (س ن)، ص۳۰۷
(۲۰) عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" (مترجم محمود احمد فاروقی)، شیخ غلام علی سنز، ص۳۱۷
(۲۱) ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی "اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" کتاب سرائے لاہور، ص۲۸۴
(۲۲) حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ "حضرت مجدد الف ثانیؒ" زوار پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۱۲ء، ص۵۰۹
(۲۳) حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" زوار پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص۴۷۹
(۲۴) مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین) تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور، (س ن)، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶
(۲۵) عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" (مترجم محمود احمد فاروقی)، شیخ غلام علی سنز، ص۳۰۷
(۲۶) ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی "اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" کتاب سرائے، لاہور، ص۲۷۷
(۲۷) ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی "اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" کتاب سرائے، لاہور، ص۳۳۷
(۲۸) حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ "مجدد الف ثانیؒ" زوار پبلی کیشنز کراچی، ۲۰۱۲ء، ص۵۰۹
(۲۹) مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۹۳
(۳۰) البقرہ:۲۶ الاان حزب الله هم المفلحون الاان حزب الشيطان هم الخاسرون
(۳۱) عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" (مترجم محمود احمد فاروقی)، شیخ غلام علی سنز، ص۳۵۱
(۳۲) مفتی محمد فاروق "تذکرہ مجدد الف ثانیؒ" دارالاشاعت، کراچی، ص۵۵
(۳۳) ڈاکٹر اسماعیل ریحان "الغزو الفکری" مکتبہ حکیم الامت، کراچی، ۲۰۱۰ء، ص۱۸
(۳۴) مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۸۷
(۳۵) حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ "مجدد الف ثانیؒ" زوار پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص۵۰۹
(۳۶) ڈاکٹر اسماعیل ریحان "الغزو الفکری" مکتبہ حکیم الامت کراچی، ۲۰۱۰ء، ص۴۷